TQ Class Lesson 45 Surah Al-Imran 110-120 Tafseer

تفسیر سورۃ آل عمران 110-120

آیت نمبر 110

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ

ترجمہ : اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو۔ بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو یہ اہل کتاب ایمان لاتے تو انہی کے حق میں بہتر تھا اگرچہ ان میں کچھ لوگ ایمان دار بھی پائے جاتے ہیں مگر اِن کے بیشتر افراد نافرمان ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے جو پیروکار ہیں ان کو بتایا جا رہا ہے۔ کہ دنیا کی امامت و رہنمائی کے لیے اب تمہیں چن لیا گیاہے۔ اوربنی اسرائیل کواس سے معزول کر دیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کو کیوں معزول کیا گیا؟ اس لیے کہ وہ منصبِ امامت کے لیے نا اہل ہو چکے تھے ۔اس لیے کہ وہ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے تھےاور وہ انبیاء کا قتل کرتے تھے۔ وہ نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور بدی سے منع نہیں کرتے تھے ۔

تو اب اللہ تعالیٰ اس بات کا اعلان کر رہے ہیں۔ کہ کبھی بنی اسرائیل کو فضیلت ملی تھی لیکن آج اُمت مسلمہ کو یہ فضیلت دے دی گئی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تم وہ بہترین جماعت ، بہترین گروہ ہو جسے پیدا کیا گیا ہے۔ باقاعدہ مقصد سے**اُخْرِجَتْ** یعنی نکلے نہیں ۔نکالا گیا ہے ۔اور بنی اسرائیل سے امامت اور قیادت چھین کر مسلمانوں کو دے دی گئی۔ جو پہلے ان کو فضیلت حاصل تھی ۔ اب مسلمانوں کو مل گئی۔ اور پھر قبلے کی تبدیلی۔ یہ بھی اس بات کا اعلان تھا کہ بنی اسرائیل سے امامت لے لی گئی ہے۔ اور مسلمانوں کو دے دی گئی ۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں - کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ گزشتہ لوگوں کے مقابلے میں تمہارا رہنا ایسا ہے۔ جیسے عصر سے سورج غروب ہونے تک کا وقت، اہلِ تورات کو تورات دی گئی۔ انہوں نے صبح سےدوپہر تک مزدوری کی ۔پھر تھک گئے ۔ تو انہیں ایک ایک قیراط ملا۔پھراہلِ انجیل کو انجیل دی گئی۔ انہوں نے دوپہر سے عصر کی نماز تک مزدوری کی پھر وہ تھک گئے۔ انہیں بھی ایک ایک قیراط ملا۔ پھر اب مسلمانوں کو قرآن دیا گیا ۔ہم نے عصر سے سورج غروب ہونے تک مزدوری کی اور کام پورا کر دیا۔ جیسے شام ہوئی مغرب کے وقت دن پورا ہو ا۔ کام پورا کر دیا تو ہمیں دو دو قیراط دیئے گئے۔ اب اہلِ کتاب کہنے لگے۔اے پروردگار تُو نے انہیں تو دو دو قیراط دیئے اور ہمیں ایک ایک حالانکہ کہ ہم نے ان سے زیادہ کام کیا ہے۔(قیراط ایک پیمائش کا پیمانہ ہے)؟

اللّٰہ جل جلالہ نے انہیں جواب دیا: ہم نے تمہاری مزدوری جو تم سے طے کی تھی ۔اُس میں سے کچھ کم تو نہیں کی؟ انہوں نے کہا: نہیں ۔اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا: تو پھر میرا یہ فضل ہے ۔جسے میں جو کچھ چاہوں عطا کر دوں۔**روایۃ بخاری**

خَیْرَ اُمَّۃٍ بحثیتِ مسلمان تمام امتِ مسلمہ وہ خیر امت کے منصب پر فائز ہے ۔اور سب کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیں اور بدی سے منع کریں۔**خَیْرَ اُمَّۃٍ** بنی کیسے ؟ اس کی وجہ کیا ہے ؟

آگے اس کے لیے شرط ہے۔**کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ** تم وہ بہترین امت ہو جسے پوری انسانیت کے لیے نکالا گیا ہے۔ مسلمان بھی اور غیر مسلم بھی۔ گھر والے بھی۔ اور باہر والے بھی۔ اپنے ملک والے بھی اور دنیا کے جتنے بھی لوگ ہیں۔ ان سب کے لیے نکالا گیا ہے۔ اور شرط کیا ہے؟ کہ تم بہترین ہو۔ **تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ** کہ تم نیکی کا حکم دینے والے ہو اور بدی سے منع کرنے والے ہو۔ یہ اصل بات جس کی وجہ سے تمہیں اتنا اہم منصب ملا ہے۔اور وہ منصب کسی نسل کا نہیں ہے۔ نسب کا نہیں ہے۔اہلِ کتاب نے یہ ہی سمجھا ہے کہ ہم بنی اسرائیل کی اولاد میں سے ہیں۔ ہم اللہ کے بیٹے ہیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو نسل اور نسب کی وجہ سے اچھا سمجھ لیا ۔اور خود ہی کچھ باتیں انہوں نے اپنے بارے میں گھڑ لیں۔ جبکہ امتِ مسلمہ وہ بہترین امت ہے۔ اس کی وجہ کہ وہ نیکی کا حکم دینے والے اور بدی سے منع کرنے والےہیں ۔اور یہ ان کے امتیاز کی اصل وجہ ہے۔اس سلسلے میں ہمیں بہت سی ایسی احادیث ملتی ہیں جن سے یہ پتا چلتا ہے ۔کہ نیکی کا حکم دینا اور بدی سے منع کرنا کتنا ضروری ہے ؟

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا - مجھ سے پہنچاؤ ۔چاہے ایک ہی آیت کیوں نہ ہو۔ **روایۃ بخاری**

حدیث: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ **نے** فرمایا :اللّٰہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور ان کو توڑ دینے والے کی مثال ایسے ہے کہ جنہوں نے قرعہ اندازی کر کے ایک کشتی کے حصے آپس میں بانٹ لئے ۔اس کشتی میں مختلف درجے ہیں ۔چند آدمی اوپر کے حصے میں بیٹھے اور چند نچلے حصے میں۔ تو جو لوگ نچلے حصے میں بیٹھے تھے۔ وہ پانی کے لیے اوپر والوں کے پاس سے گزرتے ہیں۔تاکہ سمندر سے پانی بھریں ۔تو اوپر والوں کو اس سے تکلیف ہوتی۔ آخرکار نیچے کے حصےکے لوگوں نے کلہاڑی لی اور کشتی کے پیندے کو پھاڑنے لگے۔ اوپر کے لوگ ان کے پاس آئے اور کہا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں پانی کی ضرورت ہے۔ سمندر سے پانی اوپر جا کر ہی بھرا جا سکتا ہے ۔اور تم ہمارے آنے جانے سے تکلیف محسوس کرتے ہو۔ اب کشتی کے تختوں کو توڑ کر سمندر سے پانی حاصل کریں گے ۔حضور ﷺ نے یہ مثال بیان کرکے فرمایا۔ اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیتے اور سوراخ کرنے سے روک دیتے ۔تو انہیں بھی ڈوبنے سے بچا لیں گے اور اپنے آپ کو بھی بچا لیں گے۔ اور اگر انہیں ان کی اس حرکت سے نہیں روکتے اور چشم پوشی اختیار کرتے ہیں ۔ تو انہیں بھی ڈبوئیں گے اور خود بھی ڈوبیں گے۔ **روایۃ بخاری**

امربالمعروف اور نہی عن المنکر۔ نیکی کا حکم دینا اور بدی سے منع کرنا۔ اصل بات جو پتا چلی وہ یہ کہ اگر لوگوں کو جو غلط کام کر رہے ہیں ۔اگر نہیں روکا جائے گا تو اس کا نقصان صرف انہیں کو نہیں ہوگا جو برا کر رہے ہیں۔ باقی تمام لوگ بھی اس کے وبال میں شامل ہو جائیں گے۔

مثال کہ جب آندھی چلتی ہے تو آندھی سب پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جن کے کھڑکیاں دروازے کھلے ہوتے ہیں ان پر زیادہ آتی ہے۔ اور جن کے بند ہوتے ہیں کم آتی ہے پر سب پر اثر ڈالتی ہے۔ اب آپ کیا کرتے ہیں کہ آپ جو آندھی آئی ۔مٹی آئی۔ آپ نے اس کی صفائی کر کے اپنے گھر کے دروازےکے باہر پھینک دی۔ تو کیا ہوگا؟ آپ کے قدموں سے دوبارہ آپ کے گھر کے اندر آ جائے گی۔ دوسری بات یہ کہ آپ نے اپنے گھر کی صفائی کی مگر باقی لوگوں نے صفائی نہیں کی ۔نہ سڑک صاف ہے۔ نہ لوگوں کے گھر صاف ہیں تو آپ کا گھر بھی صاف نہیں رہ سکتا ۔کیونکہ جب کوئی چیز وبا بن جاتی ہے ۔ تو

صرف یہ نہیں ہوتا کہ کچھ لوگ بچ جاتے ہیں۔ وہ وبائی شکل میں سب کے اوپر اثر انداز ہوتی ہے۔ تو اسی طرح جو اخلاقی برائیاں ہیں- شرک ہے بدعتیں ہیں ۔یاپھر والدین کااحترام نہ کرنا ۔چھوٹے بچوں سے پیار نہ کرنایاپھر یہ کہ شراب حرام ہے ۔سود حرام ہے ۔غصہ حسد طلاق اور بہت سی چیزیں ہیں۔ معاشرےمیں متعارف ہیں- اگر اس کے لئے لوگوں کو سمجھایا نہ گیایا بتایا نہ گیا تو صرف یہ نہیں کہ وہ ڈوبئں گے بلکہ سب کے سب لوگ اس کی زدمیں آئیں گے۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ہدایت کی طرف بلایا۔ اس کے لئے اتنا ہی اجر ہے جتنا ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اس ہدایت کی پیروی کی۔ بغیر اس کے کہ پیروی کرنے والوں کے اجر میں سے کچھ کم کیا جائے۔ اور جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی اس کے لئے اتنا ہی گناہ ہے۔ جتنا ان لوگوں پر جنہوں نے اس گمراہی کی پیروی کی۔ بغیر اس کے کہ گمراہی کی پیروی کرنے والوں کے گناہوں میں سے کچھ کم کیا جائے۔ **امام مسلم**

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

ترجمہ: خدا کی قسم اگر اللّٰہ تیرے ذریعے ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے۔ تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ **بخاری و مسلم**

سرخ اونٹ ایسے ہیں جیسے ہمارےہاں بہت قیمتی گاڑی ہو ۔کوئی بہت قیمتی جہاز ہو ۔تو وہاں اونٹ بہت قیمتی سمجھا جاتا تھا۔ اگر ایک انسان تمہارے ذریعے ہدایت پا جائے۔ اس سے کیا پتا چلتا ہے دین کی دعوت دیتے رہنا چاہئے۔ دعوت کا کام کرتے رہنا چاہئے۔ اور یہ نہیں سوچنا چاہئے۔ کہ دوسرا شخص قبول نہیں کرتا یا مجھ سے پیار سے بات نہیں کرتا۔ یا وہ اس پر عمل نہیں کرتا ۔ہمارا کام ہے دعوت دینا اور آپ ایک بات یاد رکھیں کہ کوئی چیز کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو۔ کتنی ہی مفید کیوں نہ ہو۔ ہمیشہ دنیا میں اس چیز کی ضرورت رہتی ہے کہ اسے کوئی پھیلائے۔ اور اگر اس کا تعارف نہ کروایا جائے اس کی خوبیاں نہ بتائی جائیں۔ تو سامان کتنا ہی عمدہ کیوں نہ ہو پڑا رہ جاتا ہے۔ اور جس کی تشہیر ہوتی ہےیہ میڈیا کا دور ہے ۔آپ اخبارات کو لے لیجئے ۔رسائل ٹی وی کمپیوٹر اور ساری دنیا کی جو بھی چیزیں ہیں۔ اس میں جو عروج پر ہے اس وقت تشہیر ہے۔ تو دین تو بہت اچھا ہے ۔ ڈائمنڈ ہے۔ ۔ لیکن اب ہیروں کو بیچنے والوں کا کیا حال ہے؟ اگر وہ ہی سو گئے تو کیسے پتا چلے کہ یہ ہیرے ہیں اور کوئلے نہیں ہیں؟ لوگ کوئلوں سے منہ کالا کرتے رہیں گے۔ اس کی کالک سے معاشرےکی فضاء خراب ہوتی رہے گی۔ تو جو اہم چیز ہے کہ جو نمائندے ہیں دین اسلام کے۔ ان کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ فرض شناس بنیں۔ وہ جاگیں اور دین اسلام جو بہترین دین اللّٰہ تعالیٰ نے ہم کو دیا ہے۔ اس کو پھیلانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگائیں۔ اس کو پھیلانے میں دن اور رات ایک کریں۔

حدیث: النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلاَ يُسْتَجَابُ لَكُمْ

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کی طرف دعوت دیتے رہنا۔ اور ضرور برائی سے روکتے رہنا ۔ورنہ قریب ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنی جانب سے تم پر کوئی ایسا عذاب بھیج دے کہ پھر تم اس سے دعائیں کرو لیکن وہ تمہاری دعائیں قبول نہ کرے۔

یہ بھی عذاب ہے کہ انسان دعائیں مانگے تو دعائیں قبول نہ ہوں۔عافیت مانگے تو اللّٰہ عافیت نہ دے ۔

حدیث: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نےحضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی۔ فرمایا۔ اےخالد بن ولید تمہارا تعلق ایک ایسی قوم سے ہے جس کو دوسرے لوگوں کی رہنمائی کے لیے بنایا گیا ہے۔

تو اس سے ہمیں کیا بات پتا چلتی ہے۔ کہ ہو تو تم بہترین امت ۔ اور تمہیں پیدا دوسروں کے لیے کیا گیا ہے۔ اپنے لیے تو سب ہی جیتے ہیں۔ اپنے کام تو سب ہی کرتے ہیں ۔آپ دیکھیں چراغ کے نیچے خود اندھیراہوتا ہے ۔لیکن وہ دوسروں کو روشنی دیتا ہے ۔شمع جب جلتی ہے۔ جل جل کر بجھ جاتی ہے۔ ختم ہو جاتی ہے ۔لیکن اردگرد کے لیے وہ روشنی کا سامان پیدا کرتی ہے ۔تو شمع بن کر چراغ بن کر امتِ مسلمہ کو دوسروں کو روشنی دینی ہے۔ اور اس کے لیے ہر شخص کو یہ سوچنا ہے ۔کہ دیئے سے دیا جلانا ہے۔ میں نے جو سیکھا ہے اس کو دوسروں کو بتانا ہے۔ دوسروں کو سکھانا ہے۔ تو اللّٰہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تمہیں **لِلنَّاسِ** انسانیت کے لیے پیدا کیا گیا ہے ۔ تمہیں نیکی کا حکم دیتے رہنا ہے اوربدی سے منع کرتے رہنا ہے۔

اور جو اگلی اہم بات خیر امت ہونے کے منصب کے لیے ضروری ہے **وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ** کہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو بدی سے منع کرتے ہو اس کے ساتھ یہ کہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ **وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ** ۔ایمان کیا ہے؟ ہر نیکی کی جڑ اصل بنیاد اللہ پر ایمان ہے ۔اور اللہ تعالی کیا فرماتے ہیں ؟ کہ اگر تمہیں عزت مل رہی ہے تم خیر امت ہو۔ تو ایمان لانے کی وجہ سے ہو اور جب ایمان لائے ہو تو اس کا پاس کرو۔ اور اس کا پاس کرنا کیا ہے؟ کہ تم لوگوں کو نیکی کا حکم دو اور بدی سے منع کرو۔ لیکن جب نیکی کا حکم دینے لگو اور بدی سے منع کرنے لگو۔ تو تمہارا وعظ تمہاری تقریریں تمہاری کتابیں تمہاری مساجد اور تمہارے گھرخدا پرستی اور دینداری اور ایمان سے کھوکھلے نہیں ہونے چاہیے۔یعنی دوسروں کو تو نیکی کا حکم دو۔ اور اپنے آپ کو بھول جاؤ۔ کہ تم کتاب کے بعض حصوں پر ایمان لاتے اور بعض کو چھوڑ جاتے ہو۔ بنی اسرائیل کی طرح نہ ہو جانا ۔ **وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ** ۔ تمہارے کردار میں بڑی پختگی ہونی چاہیے جس اللہ پر ایمان لائے ہو۔ اس اللہ پر ایسا ایمان لاؤ کہ تمہارا کردار اس ایمان کی گواہی دینے لگے۔ تمہارے کردار کے اندر کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے۔ اور اس سلسلے میں تمہیں کیا کرنا ہوگا؟ کہ اپنے آپ کو اپنے کردار کو بہترین کرنا ہوگا۔ اور اپنے اندر بہترین امتِ مسلمہ کی جو صفات ہیں ان کو پیدا کرنا ہوگا۔ ورنہ پھرکیاہے؟ کہ انسان دوسروں کو تو کہہ رہا ہے لیکن اپنی خبر نہیں لے رہا ۔ اپنے گھر کی خبر نہیں لے رہا اپنے بچوں کی خبر نہیں لے رہا ۔تو یہ چیز بھی اللہ کے ہاں اور اللہ کے رسول کے ہاں پسندیدہ نہیں ہے۔ پھر فرمایا **لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ** یہ اہلِ کتاب ایمان لاتے تو ان کے حق میں بہتر تھا ۔یہاں مراد اہلِ کتاب بنی اسرائیل ہیں۔ اگر یہ اللہ کے رسول پر ایمان لے آتے تو یہ ان کے لئے زیادہ اچھا تھا۔ **مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ** اگرچہ ان میں کچھ ایمان دار بھی پائے جاتے ہیں مگر زیادہ لوگ جو ہیں وہ فاسق ہیں۔ اللہ تعالی بتاتے ہیں ۔ کچھ لوگ اچھے بھی ہیں ۔لیکن کچھ لوگ اطاعت کی حد سے نکلے ہوئے بھی ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں- جو کہ اللہ پر اور اللہ کے رسول پر اور کتاب پر ایمان لانے والے ہیں۔ اسلام سامنے آیا تو اسلام کو قبول کر لیا اور کچھ ایسے ہیں -کہ وہ اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور اس حصے میں اگر آپ غور کریں تو ہمیں پتا چلتا ہے- کہ جب اللہ تعالی کا پیغام اور قرآن کا پیغام بني اسرائیل کے سامنے پیش کیا گیا -تو انہوں نے کیا کیا تھا ؟ خود ہی لوگوں کو پہلے بتاتے تھے- کہ رسول آنے والا ہے -کتاب قرآن آنے والا ہے۔لیکن اس کے بعد وہ اس کا انکار کردیتے۔ تو یہی ہے ۔کہ ایمان لانے کے ساتھ ساتھ **اَكْثَرُهُمُ** زیادہ لوگ اطاعت کی حد سے نکل گئے۔

آیت نمبر111

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى وَ اِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ

ترجمہ : یہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ زیادہ سے زیادہ بس کچھ ستا سکتے ہیں اگر یہ تم سے لڑیں گے تو مقابلہ میں پیٹھ دکھائیں گے۔ پھر ایسے بے بس ہوں گے کہ کہیں سے اِن کو مدد نہ ملے گی۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى یہ تمہارا کچھ نہیں بگار سکتے۔ **لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى** یعنی یہ کچھ بھی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ **اِلَّاۤ اَذًى** کا مطلب ہے؟ تھوڑی بہت تکلیف ۔یعنی زیادہ سے زیادہ کچھ تنگ کر سکتے ہیں۔ **وَ اِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ** اگر یہ تم سے لڑیں گے تو مقابلے میں پیٹھ دکھائیں گے۔**ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ** پھر ایسے بے بس ہوں گے کہ ان کی کوئی بھی مدد نہیں کی جائے گی۔ تو اب یہاں پر اہلِ کتاب کا کردار بتایا جا رہا ہے -کہ ان کے اندر کچھ ایسے لوگ موجودہیں -جیسے مسلمان دینِ اسلام پر عمل کرنا چاہتے تھے۔ تو وہ کیا کرتے تھے؟کہ طعنے دیتے تھے۔ اہلِ کتاب ستاتے تھے الزام لگاتے تھے -اللہ تعالیٰ یہاں پر مسلمانوں کو تسلی دے رہے ہیں۔اور دوسری طرف اہلِ کتاب کی قلعی کھول رہے ہیں -ان کے کردار کا بھرم سامنے رکھ کر بتا رہے ہیں- کہ ان کے اندر کچھ حوصلہ نہیں ہے .کوئی دم خم نہیں ہے .اب ان کے اندر طاقت تو نہیں ہے اور اگر یہ تم سے لڑنے کے لیے نکل بھی آئے- تو بس پیٹھ دکھائیں گے اور پھر ایسے ذلیل و خوار ہوں گے-کہ ان کو کہیں سے مدد بھی نہیں ملے گی -

آیت نمبر 112

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ

ترجمہ : یہ جہاں بھی پائے گئے اِن پر ذلت کی مار ہی پڑی۔ کہیں اللہ کے ذمہ یا انسانوں کے ذمہ میں پناہ مل گئی تو یہ اور بات ہے یہ اللہ کے غضب میں گھر چکے ہیں۔ ان پر محتاجی و مغلوبی مسلط کر دی گئی ہے۔ اور یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ یہ اللہ کی آیات سے کفر کرتے رہے اور انہوں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا یہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا انجام ہے۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں -کہ ان کی بے بسی اور ان کی حالت کیسی ہے؟ جہاں کہیں بھی ہیں- ان پر ذلّت کی مار تھوپ دی گئی۔ کہیں اللہ کے ذمہ یا انسانوں کے ذمہ میں ان کو پناہ مل گئی -یعنی اللہ کے عہد سے یا انسانوں کے عہد سے کہیں معاہدے سے ان کو پناہ مل گئی تو یہ اور بات ہے۔ اور یہ اللہ کے غضب میں گِھر چکے ہیں۔ ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی ہے - اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی حقیقت بتائ ہے ان کا کردار بتانے کے ساتھ ساتھ ناراضگی کا سبب بتایاجا رہا ہے۔ ان کی ذلت اور رسوائی کی تاریخ کیا ہے؟ کہ جب اللہ ان پر غضبناک ہوا ۔تو ان کوایسی ذلت اور رسوائی ایسی محتاجی ملی **اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا** کہ ہر طرف سے جہاں کہیں بھی ہیں ان کے لیے ذلت ہے -اور یہاں دو باتیں خاص طور پر ہیں **اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ** - اللہ کی پناہ کی وجہ سے یا پھر انسانوں کی پناہ کی وجہ سے ۔تو اس سے کیا مراد ہے؟ کہ اللہ کی پناہ یا پھر انسانوں کی پناہ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان پر ذلت ہے۔**وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ** یہ اللہ کے غضب میں گھر چکے ہیں۔ لیکن وقتی طور پر ان کے اس سے بچنے کی دو شکلیں ہیں ان میں ایک شکل یہ ہے کہ وہ اللہ کی پناہ میں آ جائیں اور اسلام قبول کر لیں۔ ورنہ پھر اللہ کا غضب ہے۔ اللہ کی ناراضگی ہے۔اس طرح مسکنت اور ذلت سے بچ سکتے ہیں۔ اور دوسری اس کی وجہ کہ لوگوں کی پناہ ان کو مل جائے۔ لوگوں کی پناہ کیا ہے؟ کہ مثلا وہ کسی بھی اسلامی ملک کے اندرر ہ کر یہ کہیں

کہ ہم جذیہ دینے کو تیار ہیں۔ اور پھر مسلمانوں کو بھی یہ کہا گیا کہ اگر کبھی یہ لوگ جذیہ دے کر رہنے کو تیار ہوں تو پھر ان کو رد نہ کریں۔ جذیہ یعنی ٹیکس دینا۔ جذیہ کیا ہے؟ کہ اسلامی حکومت غیر مسلموں کی جان مال اور عزت کی حفاظت کی جو ذمہ داری لیتی ہے۔ تو اس وجہ سے لوگ جو ان کو پیسے دیتے ہیں ۔اس کو جذیہ کہتے ہیں۔یہاں اللہ تعالیٰ یہ بتا رہے ہیں ۔کہ جو چیزیں یہاں پر گنوائی گئیں ہیں۔ **ایک** ذلّت **دوسری** غضب اور **تیسری** مسکنت تین چیزیں پائی جاتی ہیں۔ اور پھر اس ذلّت اور غضب اور مسکنت سے بچنے کی دو شکلیں آپ کے سامنے آئیں ۔کہ اللہ کی پناہ میں آ جائیں۔ اسلام ہی قبول کر لیں یا پھر لوگ ان کو اپنی پناہ میں لے لیں یا کوئی ملک ان کو اپنی پناہ میں لے لے۔ یعنی جذیہ دیےکر رہنا قبول کر لیں۔ اور پھر اس کے بعد اس پر ایک اور شکل ہے جسے آپ یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ جتنے بھی یہودی ہیں ۔ان کی حالت کہ یہ ہمیشہ غیر مسلم حکومتوں کے زیر سایہ رہیں۔ 1947 تک باوجود اس کے کہ وہ دنیا کی امیر ترین قوم تھے ۔مالدار تھے۔ دنیا بھر میں وہ در بدر پھرتے رہے 1947 میں تین عیسائی حکومتیں برطانیہ ، فرانس اور امریکہ کی مدد سے انہوں نے مختصر سی ایک جگہ پر اپنی ایک الگ حکومت قائم کر لی۔ جس کو اسرائیل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور جب یہ حکومت قائم کی گئی تو دنیا بھر میں اعلان کیا گیا کہ جہاں بھی یہودی رہتے ہیں گورے ہیں یا کالے امیر ہیں۔یا غریب ہیں ۔جہاں بھی ہیں ۔وہ وہاں پر سارے جمع ہو جائیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسرائیل کو کئی ممالک نے کتنا عرصہ تسلیم نہیں کیا۔ اب بھی کچھ ممالک نے اس کو تسلیم نہیں کیا ۔کیونکہ ظالمانہ طور پر بڑے ممالک بڑی طاقتوں کی سرپرستی میں ان کو بسایا گیا ۔اور مسلمان ممالک کے درمیان یہ حکومت قائم کی گئی ۔یعنی مسلمانوں کے جگر میں خنجر گھونپا گیا۔ آج بھی آپ دیکھ لیں تو اسرائیل کو امریکہ کی مکمل حمایت حاصل ہے ۔اسی کے دم سے وہ اپنا وجود قائم رکھے ہوئے ہیں ۔اور اگر امریکہ کا سایہ اٹھ جائے یعنی اللہ کی پناہ یا لوگوں کی پناہ۔ اگر یہ اٹھ جاۓ تو پھر وہ ہی قائم ہیں جس کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ** یہ سوچنا چاہئے کہ ان کی ذلّت و رسوائی کی وجہ کیا تھی ؟

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ یہاں پر اس کے اسباب بتائے گئے ہیں **پہلی** وجہ کہ یہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے۔ اللہ کی آیات کو مانتے ہی نہیں تھے۔ **دوسری** وجہ انبیاء کو ناحق قتل کرتے۔ یعنی پیغمبروں کو انہوں نے قتل کیا اور ناحق قتل کیا۔ یعنی جان کا بدلا جان۔ انہوں نے انبیاء کو بغیر کسی وجہ کے قتل کیا اور اس کی وجہ کیا تھی **ذٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ** یہ تھا ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا انجام ۔اس وجہ سے اللہ تعالی نے ان پر عذاب نازل کیا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے ۔کہ آج مسلمانوں کا کیا حال ہے ؟مسلمان بھی تو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ آج مسلمان پریشان ہیں ۔انفرادی طور پر بھی اجتماعی طور پر بھی۔ انفرادی طور پر بھی گھروں میں لڑائی جھگڑے ہیں۔ مسلمان امیر بھی بہت ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ گھروں میں سکون نہیں ہے۔ مسائل ہیں جھگڑے ہیں اور پریشانیاں ہیں طلاقیں ہیں ۔ بہت سی ایسی باتیں ہیں کہ قرآن کے ہونے کے باوجود امت مسلمہ انفرادی اور اجتماعی طور پر پریشان ہے ۔ اس کی وجہ کیا ہے ؟کہ آج مسلمان اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں۔ وہ اللہ کے نافرمان بنتے جا رہے ہیں آپس میں لڑتے ہیں ۔الجھتے ہیں مارتے ہیں مرتے ہیں ۔اور آپ دیکھ لیں کہ انہوں نے انبیاء کو شہید کیا ۔تو آج دیندار لوگوں کو شہید کرتے ہیں ۔ایک لمبی فہرست ہے۔ دنیا میں نبی کے بعد جو نیک لوگ ہیں نیک علماء ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ تو آخری نبی تھے تو ان کے بعد یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں ۔ایک تو یہ ہے کہ کافر ان کو مار دیں ۔کہ دین پھلے پھولےنہ ۔آج مسلمان خود مار رہے ہیں ۔مساجد پر خود حملے کر رہے ہیں اور سٹیج پر اچھے عالم تقریر کر رہے ہوتے ہیں بات یہ نہیں کہ کس جماعت کا عالم ہے۔ وہ جس بھی جماعت سے ہے ۔تھوڑے بہت جو فروعی اختلافات ہیں ان کو بنیاد بنا کر آپس میں لڑنا جھگڑنا نہیں چاہیے۔ کہیں ایسا نہ

ہو کہ پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بھی اپنا عذاب نازل کر دے -آج اگر دیکھیں تو امتِ مسلمہ دعائیں کرتی ہے -تو دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ آج امتِ مسلمہ کا خون سب سے زیادہ سستا ہے۔ آج مسلمان کی قیمت سب سے کم ہے -کہ کسی ایک کافر کا بدلہ لینے کے لیے کئی مسلمانوں کو مارا جاتا ہے -اور کئی ممالک ہیں کہیں بوسنیا ہے تو کہیں کشمیر ۔ کہیں عراق ہے توکہیں افغانستان ہے۔ جگہ جگہ امتِ مسلمہ کی عزتیں لوٹی جارہی ہیں۔ فلسطین کو دیکھ لیں شام کو دیکھ لیں ۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ امتِ مسلمہ بھی اللہ تعالی کی نافرمان بنتی جارہی ہے۔ ہمیں سوچنا چاہئے۔ ان آیات سے صرف گزرجانا ہی نہی چاہئے۔ کہ یہ بنی اسرائیل کی لیے کہی گئیں۔ بلکہ یہ ہمارے لیے بھی اسی طرح ہیں جیسے کہ ان کے لیے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالی کبھی بھی کسی کو اس کے حسب اور نسب کی وجہ سے پیار نہیں کرتا۔ جب تک کہ وہ اپنی اصل ذمہ داری ادا نہ کرے۔ بنی اسرائیل نے نیکیوں کا حکم دینا بدی سے منع کرنا چھوڑ دیا تھا -اس کے ساتھ ان کے اندر یہ برائیاں بھی پائی جاتی تھی ۔ پھر اللہ کے عذاب کا کوڑا ان پر برسا ۔

حدیث : رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا۔ جب بنی اسرائیل خدا کی نافرمانیوں کے کام کرنے لگے۔ تو ان کے علماء نے انہیں نہیں روکا ۔ بلکہ ایک جگہ آتا ہے کہ ان کے علماء نے انہیں روکا لیکن وہ نہیں رکے تو ان کے عالم ان کا قطع تعلق کرنے کی بجائے ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے --ان کے ساتھ کھانے پینے لگے- جب ایسا ہوا- تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کے دل ایک جیسے کر دیئے۔ پھر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا والسلام کی زبان سے اللہ نے ان پر لعنت کی -اور یہ اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی راہ اختیار کی اور اس میں بڑھتے چلے گئے -پہلے تو روکا نا، پھر ساتھ بیٹھ گئے -اور پھر روکتے ہی نہیں تھے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں -کہ نبی ﷺ ٹیک لگائے بیٹھے تھے- پھر سیدھے بیٹھ گئے- پھر فرمایا۔اس ذات کی قسم جس کے قبضے میری جان ہے -تم ضرور لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے رہو گے-اور برائیوں سے روکتے رہو گے -اور ظالم کا ہاتھ پکڑو گے -اور ظالم کو حق پر جھکاؤ گے اگر تم لوگ ایسا نہیں کرو گے -تو تم سب کے دل بھی ایک ہی طرح کے ہو جائیں گے- اور پھر تم کو اللہ اپنی رحمت اور ہدایت سے دور پھینک دے گا -جس طرح بنی اسرائیل کے ساتھ اس نے معاملہ کیا

حدیث: شراب پینے والے جب بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت کو مت جاؤ۔

جہاں جس دسترخوان پر شراب پی جا رہی ہو پلائی جا رہی ہو- وہاں بیٹھنا نہیں چاہئے کھانا نہیں کھانا چاہئے - اس سےکیا ہوتا ہے؟ ہو سکتا ہے -کہ انسان سوچے میں چکھ ہی کیوں نہ لوں اور انسان اس کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ جہاں برائیاں ہو رہی ہوتی ہیں۔ اور ہمارا اب یہاں کے جوانوں پر سماجی دباؤ ہی تو ہے -کچھ بچوں کے بارے میں پتا چلا کہ انہوں نے سماجی دباؤ کی وجہ سے شراب پینی شروع کی- کہ سب پی رہے ہم بھی چکھیں تو صحیح کیسی ہے-یہ بچے دیکھا دیکھی کرتے ہیں -غلط لباس کا پہننا غلط حرکتیں کرنا ۔ اسلام تو ان کھڑکیوں دروازوں کو بند کر دیتا ہے- ان راستوں سے بھی روک دیتا ہے - جس سے برائیوں کے دروازے کھلتے ہیں -جس سے انسان برائیوں کی انتہا پر چلا جائے۔

حدیث : رسول اللہ ﷺ **نے** فرمایا۔ منافق کو سردار مت کہو- اس لیے کہ اگر ایسا کیا-تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا ۔

سردار نہ کہو- اس کا کیا مطلب ہے ؟کہ اس کو اپنا قائد نہ بناؤ۔ جب وہ شخص جس کے قول فعل میں تضاد ہے -تم اس کو اپنا قائدکیوں بناتے ہو- اگر تم نے اپنا قائد بنایا -تم نے اللہ کو ناراض کیا۔ یہ بھی کہ تم نے نہی عن المنکر نہیں کیا۔ تمہیں تو اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔ تم اس کو اپنا امام بنا رہے ہو یہاں پر بنی اسرائیل کا کردار پڑھنے کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیے ۔

آیت 113

لَيْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَ هُمْ يَسْجُدُوْنَ

ترجمہ : مگر سارے اہل کتاب یکساں نہیں ہیں ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو راہ راست پر قائم ہیں، راتوں کو اللہ کی آیات پڑھتے ہیں اور اسکے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو راہ راست پر قائم ہیں اور یہاں پر **اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ** کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ **قَآئِمَةٌ** اس کے معنی کیا ہیں؟ شریعت کی اطاعت کرنے والے یعنی وہ شریعت قائم کرنے والے ہیں۔ اچھے لوگ ہیں۔ اور جو **اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ** اہل کتاب میں سے تھی۔ وہ کون لوگ تھے۔ جن کی اللہ تعالیٰ نے یہاں پہ تعریف کی ہے۔فرماتے ہیں؟ جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت اَسد بن عبید رضی اللہ عنہ حضرت ثالبہ بن سعیدرضی اللہ عنہ حضرت اُسید بن سعید رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ نے ان کو شرف اسلام سے نوازا اور اسی طرح بعض لوگ فرماتے ہیں۔ کہ نجاشی جو شاہ حبشہ تھا۔ اور یہاں پر اللہ تعالیٰ نے جو خوبیاں بیان کی ہیں وہ ان تمام لوگوں کی ہیں جو ان میں سے مسلمان ہو گئے ۔یعنی کچھ ایسے بھی ہیں جو راہ راست پر قائم ہیں اور کچھ مسلمان بھی ہوئے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا اور اس کے علاوہ بھی ان میں کچھ لوگ ایسے تھے ۔جو فسق و فجور پر تھے۔ برائیاں کرتے تھے ۔تو ان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اتنے برے نہیں تھے یعنی اچھے لوگ تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کی تعریف کی ہے۔ کہ وہ کیا کرتے ہیں ؟ راتوں کو اللہ کی آیات پڑھتے ہیں ۔ جس کا اللہ سے بہت زیادہ تعلق ہوگا۔ وہی شخص رات کو اٹھے گا اور پھر اللہ کی عبادت کرے گا۔ یہاں پر ایک طرف بعض مفسرین یہ فرماتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کی تعریف کی گئی ہے ۔بعض لوگ یہ فرماتے ہیں کہ ان کا وہ گروہ جو شریعت پر قائم ہے۔ وہ بھی اس سے مراد ہے ۔رات کی نماز اور تلاوت اس بات کی گواہی ہے ۔کہ وہ عہد الٰہی پر قائم ہیں ۔وہ شوق اور محبت رکھتے ہیں ۔کیونکہ رات کے وقت جب انسان عبادت کرتا ہے تو اس وقت عبادت بڑی مشکل ہوتی ہے۔ یہاں پر رات کی عبادت کا کیوں ذکر کیا گیا؟ دن کی کا کیوں نہیں ذکر کیا گیا؟ کیونکہ رات کی عبادت بغیر ریاکاری کے ہوتی ہے۔ اس میں کوئی دکھاوا نہیں ہوتا ۔اور اخلاص کی بےقراری جب لوگوں کے اندر پیدا ہو جاتی ہے ۔اخلاص پیدا ہو جاتا ہے ۔تو ان کو اپنی عظیم ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے ۔اور یہاں پر نماز میں سے بھی صرف سجدے کا ذکر ہے اور سجدہ نماز کا اہم ترین رکن ہے ۔ سجدہ اورکیا ہے ؟ یہ انسان کی عاجزی اور انکساری کا سب سے بڑا ثبوت ہے خشیت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔حالانکہ یہود نے اپنی کتاب میں سے سجدے کو ہی خارج کر دیا تھا اپنی نماز کتاب میں سے اس کو ہٹا دیا تھا ۔ یہاں پر رات کی عبادت کی اللہ تعالیٰ تعریف کر رہے ہیں نفل عبادت میں سے سب سے اہم عبادت تہجد کی عبادت ہے۔ کیوں اس وقت دنیا سوتی ہے اور انسان جاگتا ہے۔ کسی کو نہیں پتا ہوتا۔جبکہ دن میں تو کہیں نہ کہیں سے کسی نہ کسی طرح لوگوں کو خبر ہو جاتی ہے۔ ہمیں اخلاص اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے عبادت بھی اچھی ہو قرآن کی تلاوت بھی ہو سجدے بھی ہوں دن میں بھی اور رات میں بھی ہوں۔ لیکن اخلاص بہت اہم ہے ۔

واقعہ : حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کسی نے ان کی بہت تعریف کی تو کہنے لگے مجھے جو حال اپنے نفس کا معلوم ہے- اگر تمہیں معلوم ہوتا-تو میرے چہرے کی طرف دیکھتے بھی نہ -
حالانکہ آپ کی حکومت بہت تھوڑی دیر رہی- تقریباً دو سال بہت تھوڑی مدت آپ نے حکومت کی ہے- لیکن اتنی خوبصورت حکومت تھی- اتنی عالیشان تھی- اس کی بنیاد توحید اور آخرت پر تھی ۔کہ آج تک لوگ ان کے حوالے دیتے ہیں- اپنی کتابوں میں اور تقریروں میں- جب وہ مرنے لگے تو لوگوں نے مشورہ دیا کہ آپ مدینہ میں جا کر وفات پاتے تو رسول خدا ﷺ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس دفن ہوتے ۔ وہاں تو قبر کی جگہ بھی موجود ہے ۔امیر المومنین بھی تھے -آپ یہ سن کر بولے خدا کی قسم آگ کے سوا اگر اللہ تعالی مجھے ہر قسم کا عذاب دے -تو میں اس کو بخوشی برداشت کروں گا ۔لیکن یہ گوارہ نہیں ہے کہ خدا کو یہ پتا چلے کہ میں اپنے آپ کو رسول خدا ﷺ کے پہلو میں دفن کیے جانے کے قابل سمجھتا ہوں۔
اتنی عاجزی تھی ان کے اندر کہ ان کے بارے میں آتا ہے جب کوئی خطبہ دیتے یا کوئی تحریر لکھتے اور دل میں غرور پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا-توبولتے بولتےچپ ہو جاتے -تحریر پھاڑ دیتے -اور فرماتے اللہ میں اپنے نفس کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

آیت 114

یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ

ترجمہ : **اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں سرگرم رہتے ہیں یہ صالح لوگ ہیں۔**

اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ کے اوصاف بتائے جارہے ہیں ۔جو بنی اسرائیل میں سے تھے- ان میں سے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔اور یہ تھوڑے تھے - امتِ مسلمہ میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں ۔اور ہمیں بھی اپنی فکر کرنی چاہئے -کہ ہم کہاں پر کھڑے ہیں ۔ یہاں پر جو صفات بتائی جارہی ہیں کہ وہ اللہ پر ایمان اورآخرت پر ایمان رکھتے ہیں ۔کیونکہ اللہ اور آخرت پر ایمان ، وہ بنیادی ستون ہیں جس پر کسی بھی عمارت کی تعمیر کی جا سکتی ہے ۔ اسلامی سیرت اور کردار والے میں یہ صفات ہوں گی تو وہ بہترین مسلمان ہوگا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ نیکی کا حکم دینے والا اور بدی سے منع کرنے والا ہو گا۔
اور آج ہم لوگ غیر مسلموں کے بیچ میں رہتے ہیں۔ آپ بینک جاتے ہیں تو ان سے پالا پڑتا ہے ۔آپ سودا لینے کے لیے جاتے ہیں، بازار جاتے ہیں، پڑھائی کے لیے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود مسلمان خاموش رہتے ہیں اور دعوت نہیں دیتے ۔ بلکہ ڈرنے لگےہیں۔اور پریشان رہنے لگے ہیں۔اس سے ہماری کیا ذمہ داری بنتی ہے؟ اس پر سوچنا چاہیے۔اللہ کو یہ خوبی اتنی پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں- کہ یہ صفت امت مسلمہ کے اندر پائی جائے- اور یہ صفت اتنی اعلیٰ درجے میں پائی جانی چاہیے کہ ہم اس میں کسی کی بھی ملامت کی اور کسی چیز کی بھی پرواہ نہ کریں۔ بلکہ ہمت کے ساتھ شکر کے ساتھ ہم وہ کام ادا کریں۔ اور ہمیں بہت سے ایسے لوگ ملتے ہیں جو کہ یہ کام کرتے ہیں۔ **وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ** کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے منع کرتے ہیں۔ اور اس کے لیے ہمیں

ایسا نہیں کرنا کہ جب موقع ملے گا تو ہم کریں گے۔ ہمیں موقع کا متلاشی رہنا چاہیے۔ جیسے پانی کی فطرت ہے کہ وہ بہتا رہتا ہے۔ دعویٰ کا کام کرنے والے کے مزاج اور کردار کو ایسا ہی ہو نا چاہیے۔

واقعہ : حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک بڑی اچھی حقائق بتائی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ان کے پڑوس میں ایک آتش پرست کا گھر تھا ۔وہ لوگ آگ کی پوجا کرتے تھے ۔اور ایک دفعہ وہ سفر پر چلا گیا ۔گھر میں اس کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا ۔رات ہوئی تو یہ بچہ اندھیرے کی وجہ سے رونے لگا ۔کیونکہ آتش پرست کے گھر میں چراغ نہیں تھا ۔ اور حضرت یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا معمول بنا لیا ۔کہ جوں ہی رات ہوتی وہ اپنے گھر سے چراغ اٹھاتے اور ہمسائے کے گھر میں رکھ آتے اس طرح بچہ خوش ہو جاتا تھا۔ جب وہ سفر سے واپس آیا ۔آتش پرست جو آگ کی پوجا کرنے والا تھا تو اس کی بیوی نے اسے سارا حال سنایا ۔وہ آپ کے اخلاق سے اتنا متاثر ہوا کہ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔

یہ ہےہمسائیگی کے ساتھ حسن سلوک جس کی وجہ سے ہمسائے نے اسلام قبول کر لیا۔ تو اب ہمارا کیا حال ہے؟ کہ ہم اول تو دعویٰ کرتے نہیں ہیں۔ کرتے ہیں تو کردار نہیں ہے۔ جو کہتےہیں اس پر عمل نہیں کرتے۔ اور اگر پڑھ بھی رہے ہیں تعلیم حاصل کر رہے ہیں تو ہمارے ساتھ جو غیرمسلم لوگ ہیں ہم ان کو بتاتے نہیں کہ اسلام کیا ہے؟ اور اسی طرح سفر کر رہے ہیں۔ کئی گھنٹوں کا سفر ہوتا ہے ساتھ میں بات تک نہیں کرتے ۔بات کرنی چاہئے۔ دین کا پیغام ان تک پھیلانا چاہئے ۔اور آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔**وَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ** کہ وہ نیکیوں میں سبقت لے جاتے ہیں۔ **سرع ۔** نیکیوں میں جلدی کرنا ۔ایک میں نہیں 'تمام نیکیوں میں جلدی کرنا ۔اور اس میں آپ یہ بات یاد رکھیں کہ نیکیوں میں جلدی بہت ضروری ہے ۔کیونکہ زندگی بہت مختصر بہت تھوڑی ہے۔ ہم میں سے کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ابھی بہت سا وقت پڑا ہے۔ ہم پھر نیکی کے کام کریں گے اور پھر اس میں سب سے آگے نکل جائیں گے۔ اور ہمارا عام رجحان کیا ہے ؟کہ ہم دنیا داری میں مال و دولت میں اپنے میعار زندگی کو بڑھانے میں دوسروں سے آگے بڑھتے ہیں۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں– کہ وہ نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں۔ آپ یہ بات یاد رکھئے گا ۔ہر لمحے کے ساتھ ایک نیکی بندھی ہوئی ہے اور اگر ہم نے اس لمحے وہ نیکی نہ کی تو اگلے لمحے دو نیکیاں ہوں گی۔ تو پہلے لمحے جو فرض ادا نہیں کیا۔ اگلے لمحے دو فرض کیسے ادا کریں گے؟ اور آپ میں سے ہر ایک کے گھر کے دروازے پر اور دل کے دروازے پر نیکی آکر دستک دیتی ہے خوش قسمت ہیں ۔جو اس نیکی کو بڑھ کر قبول کر لیتے ہیں ۔کچھ سوچتےہیں کہ اچھا ذرا سوچنے دو ذرا مشورہ کرنے دو ۔ذرا تھوڑا ٹہلنے دو۔ اور اسی میں وہ نیکی کسی اور کے پاس چلی جاتی ہے اور وہ آگے بڑھ کر اس کو حوش آمدید کرتی ہے ۔اور آپ اس سے محروم ہو جاتے ہیں. ساری زندگی ایسا ہی ہوتا ہے تو کیا کرنا چاہیے؟ کہ نیکیوں میں سبقت لے جانی چاہیے نیکیوں میں دوڑ لگانی چاہیے۔

یہاں پر **الْخَيْرٰت** کا ذکر ہے ۔ اگر آپ کی کلاس میں کوئی طالب علم غیر حاضر رہا ہے آپ اس کی خیریت پوچھ لیتے ہیں۔ آپ اس کی سبق میں مدد کر دیتے ہیں ۔کوئی دیر سے آتا ہے تو ان کو گائیڈ کر دینا ان کو پچھلے نوٹس دے دینا ۔ان کو تجوید کے قواعد سکھا دینا ۔ان کا حوصلہ بڑھا دینا۔ بعض اوقات لوگوں کو ایسے مسائل پیش آتے ہیں ۔کہ شیطان ان کو مایوس کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اور انسان کہتا ہے میں نہیں نیکی کر سکتا ۔میرے لئے بہت مشکل ہے ۔تو اس کا حوصلہ بڑھانا یہ ہے نیکی ۔اور نیکیوں میں سبقت لے جانا۔ آپ نہیں کریں گے اللہ کسی اور کو یہ توفیق دے دے گا۔ اور آپ پیچھے رہ جائیں گے اسی طرح اپنے گلاس کا پانی دوسرے کے گلاس میں ڈال دینا ۔کسی کو کرسی پیش کر دینا کسی کو ایک

اچھی بات بتا دینا کسی کو ایک مسکراہٹ دے دینا ۔رمضان کے بارے میں کسی کو اس کی فرضیت کا بتا دینا رمضان کی تیاری کیسے کریں ۔یہاں رہتے ہوئے بچوں کو سماجی دباؤ سے ہم کیسے بچائیں ۔تو مختلف چیزیں ہیں نیکی کی۔ اور باتوں باتوں میں اپنا زندگی کا یہ طریقہ بنا لینا چاہیے۔ کہ چلنا ہے اور نیکی کا کام کرنا ہے۔ بڑے سلیقے کے ساتھ ۔ایسے نہیں ڈھیلے ڈھالے مرے ہوے انداز میں۔ کیونکہ اللہ کے دین کا کام بڑی شان و وقار کے ساتھ کرنا چاہیے۔ قوت کے ساتھ کرنا چاہیے۔ کیونکہ جب لوگ کماتے ہیں تو بڑی شان کے ساتھ فجر کے وقت نکلتے ہیں۔عورتیں جارہی ہوتی ہیں اور دنیا کمانے کیلئے بھاگ رہے ہوتےہیں ۔نہ دن دیکھتے ہیں نہ رات دیکھتے ہیں۔ نہ صبح دیکھتے ہیں نہ شام دیکھتے ہیں کچھ بھی نہیں دیکھتے ۔ مردوں کی طرح عورتیں بھی کام کرتی ہیں ۔(آپ کوتو گھر کی ملکہ بنایا گیا ہے) نیکیوں میں اصول بنا لیں کہ نیکیوں میں دیر نہیں کرنی۔زندگی بہت تھوڑی ہے جو کام ابھی کر سکتی ہیں۔ یہ نہ سوچیں کہ شام کو کرلوں گی کل کرلوں گی پرسوں کرلوں گی ۔اسی وقت سوچے کہ میں کرلوں اور ہو سکتا ہے آپ کسی کو دعوت دیتی ہیں کلاس میں لوگ آتے ہیں ۔سنتے ہیں اورہو سکتا ہے عمل بھی کرنے لگیں۔ اگرایک بات پر بھی کوئ عمل کرتا ہے تورہتی دنیا تک وہ جو نیکیاں کرے گا اس کے نامہ اعمال میں بھی لکھی جائیں گی ۔کتنا بھاری پلڑا ہے اس کی نیکیوں کا ۔ اسی طرح اور بھی اپنے ہمسائیوں کو بتانے میں ،عیادت کرنے ، تعزیت کرنے میں۔ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ اللہ تعالیٰ ان کی کیا تعریف کرتے ہیں؟ کہ وہ جلدی کرتے ہیں۔ پھر فرمایا وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ یہی صالح لوگ ہیں ۔ جنت جن لوگوں کو ملے گی - جن لوگوں پر اللہ نے انعام کیا ہے ۔ان میں صالح لوگ بھی ہیں ۔جن کے اندر یہ اوصاف پائے جائیں گے ۔

آیت 115

وَ مَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ

ترجمہ : اور جو نیکی بھی یہ کریں گے اس کی نا قدری نہ کی جائے گی، اللہ پرہیزگار لوگوں کو خوب جانتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ تسلی دیتے ہیں پیار کا انداز ہے ۔بہت محبت بھرا انداز ہے ۔جو بھی یہ نیکی کریں گے اس کی ناقدری نہ کی جائے گی ۔یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں کو قبول کریں گے **وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ** اللہ پرہیزگار لوگوں کو خوب جانتا ہے۔ لوگوں کو دن کی اجالے کے اعمال نظر آتے ہیں اللہ کو تو رات کی تاریکیوں کے اعمال بھی نظر آتے ہیں ۔کہ کس نے رات کی تاریکی میں بیٹھ کر آنسو بہائے کون میرے آگے سجدہ ریز ہوا؟ کس نے استغفار کیا؟ کون تنہائی میں اللہ کے آگے دامن پھیلاتا ہے اور روتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاللَّهُ **عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ** مجھے خوب پتا ہے ۔کہ تم میں مجھ سے ڈرنے والے کون ہیں۔ یہاں پر اہل کتاب میں سے جو اچھے لوگ ہیں ان کی تعریف ہو رہی ہے ۔جو مسلمان ہو گئے اور جو مسلمان نہیں بھی ہوئے لیکن اپنی اصل شریعت پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ان کو خوب جانتا ہوں اور امتِ مسلمہ کا بیچ میں ذکر کیا ۔پھر اس کے بعد یہ اوصاف بتائے کہ اگر تم فریضہ اقامتِ دین کرنا چاہتے ہو تو یہ اوصاف تمہارے اندر بھی ہونے چاہیے ۔

آیت 116

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا وَ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ-هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ

ترجمہ : رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا تو اللہ کے مقابلہ میں ان کو نہ ان کا مال کچھ کام دے گا نہ اولاد، وہ تو آگ میں جانے والے لوگ ہیں اور آگ ہی میں ہمیشہ رہیں گے۔

یہاں پر مال اور اولاد کا ذکر کیا گیا ہے ۔لوگ انکار کر دیتے ہیں انہوں نے بھی انکار کیا کہ مال اور اولاد کو اہمیت دینے کے لیے اور آج آپ دیکھیں کہ آج امتِ مسلمہ بھی کیا کرتی ہے؟ہم کیا کرتے ہیں آپ کیا کرتے ہیں ؟لوگ مال کے پیچھے بھاگ رہے ہیں یا پھر اولاد کے لیے - صبح سے لے کر رات تک۔ یہاں پر اس حقیقت سے پردہ اٹھایا جا رہا ہے کہ قیامت کے دن کافروں کو نہ ان کے مال کچھ کام آئیں گے اور نہ ہی ان کی اولاد۔ اور نہ ہی مسلمانوں کو ۔اگر ان کی اولاد نیک نہیں ہے اور اگر انہوں نے اپنی اولاد کی وجہ سے اپنی آخرت کو برباد کر لیا اور اللہ کو ناراض کر لیا فرائض کی ادائیگی نہ کی ۔تو پھر نہ مال کام آئے گا نہ اولاد کام آئے گی۔ کتنا خسارے کا سودا ہوگا کہ جس چیز کے لیے بھاگتے رہے ، وہ ہمارے کچھ کام ہی نہ آئی ۔ہم تو چاہتے ہیں کہ جو بھی کریں ہمیں اس کا کچھ فائدہ ملنا چاہیے۔ اور زیادہ ملنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نہ مال کچھ کام دے گا نہ کچھ اولاد کام دے گی - پھر وہاں پر ملے گا کیا ؟ جہنم ہوگی ۔اور وہ ہوگی بھی ایسی کہ ہمیشہ وہ لوگ اس آگ میں رہیں گے ۔

آیت 117

مَثَلُ مَا يُنفِقُونَ فِى هَـٰذِهِ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍۢ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍۢ ظَلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ ٱللَّهُ وَلَـٰكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ

ترجمہ : جو کچھ وہ اپنی اس دنیا کی زندگی میں خرچ کر رہے ہیں اُس کی مثال اُس ہوا کی سی ہے جس میں پالا ہو اور وہ اُن لوگوں کی کھیتی پر چلے جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور اسے برباد کر کے رکھ دے اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا در حقیقت یہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں۔

جولوگ کفر شرک کرتے ہیں اس کی مثال اس ہوا جیسی ہے ۔جس میں بہت زیادہ سردی ہو **صِرٌّ** اور وہ ان لوگوں کی کھیتی پر چلے ۔جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور خود کو برباد کر کے رکھ دیا ۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں ۔کہ وہ لوگ جو کہ کفر کرتے ہیں انکار کرتے ہیں۔اللہ پر ایمان نہیں لاتے پھر ان کی مثال کیسی ہے ایسی' جیسے کہ اس دنیا کی زندگی میں انہوں نے جو کچھ بھی خرچ کیا ہے۔ اس پر ایک ایسی ٹھنڈی ہوا چلی شدید ٹھنڈی ہوا کہ وہ جو کچھ بھی انہوں نے کمایا ہے۔ اس کو ختم کر کے رکھ دے ۔ یہاں پر بتایا جا رہا ہے کہ وہ لوگ جو کفر اور شرک کرتے ہیں۔ ان کے کام بظاہر تو نیکی اور دینداری کے ہوتے ہیں ۔لیکن وہ سب برباد ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کفر اور شرک ایک ٹھنڈی آگ ہے ۔جو ساری محنت کو راکھ کا ڈھیر بنا کر رکھ دیتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہمیں کیا بات پتا چلتی ہے؟ کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے ۔ جن کے اندر بُرے اوصاف پائے جاتے ہیں ۔اب ان کے اعمال کی مثال بتائی جا رہی ہے ۔ان کے اعمال کی مثال ریاکاری ہے ۔ان کے اعمال دکھاوے کے ہیں۔ اور نتیجہ کیا

ہے؟ کہ ان کے اعمال بے شک وہ نیک اعمال بھی کریں ۔بظاہر تو لگتا ہے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی میں بڑی محنت کی ہے۔ لیکن کفر کی ٹھنڈی ہوا نے اس کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اب آخرت میں انہیں اس کا کچھ بھی اجر ملنے والا نہیں ہے ۔جیسے آپ دیکھیں کہ ایک کھیتی بڑی سرسبز ہوتی ہے۔ پھر سخت ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں تو اس کھیتی کو تباہ کر دیتی ہے۔ جب کسان اپنی کھیتی کو دیکھتا ہے ۔بڑا خوش ہو رہا ہوتا ہے لیکن ٹھنڈی ہوا نے اس کو برباد کر دیا ۔ اسی طرح وہ لوگ جو سماجی کام کرتے ہیں ۔ اس پر رقم خرچ کرتے ہیں ،اپنی صلاحیتیں،اپنے اوقات خرچ کرتے ہیں۔ تو دنیا میں کتنی شہرت کیوں نہ مل جائے۔ کتنی واہ واہ کیوں نہ ہو جائے۔ لیکن آخرت میں ان کو کوئی بھی حصہ ملنے والا نہیں ہے۔ تو یہاں ہمیں کیا چیزیں پتا چلتی ہیں؟ ایک ایسی قوم جس پر ٹھنڈی ہوا چلی ۔ **ظَلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمْ** انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ۔کفر کیا ،شرک کیا ،ریاکاری کی، دکھاوا کیا ۔تو پھر ، **فَأَهْلَكَتْهُ** اس کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اس سے یہ بات بھی پتا چلتی ہے۔ کہ جب بھی نیکی کریں ۔تو اس کی بنیادوں میں ایمان ہونا چاہیے ۔ورنہ بغیر ایمان کے نیکیاں اللہ کے پاس قابل قبول نہیں ہیں ۔ **فَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ** ۔ اللہ نے تو ان پر ظلم نہیں کیا ۔اللہ تو زیادتیاں نہیں کرتا۔ **وَلَكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ** در حقیقت یہ ہے کہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں۔ شرک کرنا اور ایمان نہ لانا اللہ کو سخت ناپسند ہے۔

آیت118

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ

ترجمہ : اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی جماعت کے لوگوں کے سوا دوسروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے میں نہیں چوکتے تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو محبوب ہے ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے ہم نے تمہیں صاف صاف ہدایات دے دی ہیں، اگر تم عقل رکھتے ہو (تو ان سے تعلق رکھنے میں احتیاط بر تو گے)۔

آگے کی آیات میں پھر اللہ تعالیٰ رہنمائی فرما رہے ہیں ۔کہ غیر مسلم اہل کتاب جویہودی ہیں ۔ان کے ساتھ دوستی منع ہے۔ اللہ تعالیٰ متوجہ فرما رہے ہیں۔ کہ اہل کتاب کو تم اپنا دوست نہ بناؤ مسلمانوں کو اہل کتاب سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **يَاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** اے لوگوں جو ایمان لائے ہو۔ **لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ** کہ تم اپنی جماعت کے لوگوں کے سوا دوسروں کو اپنا جگری دوست نہ بناؤ۔ **لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا** وہ تمہاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے سے نہیں چُوکتے ۔یعنی جب بھی تمہیں نقصان پہنچنے کا کوئی بھی ایسا موقع آتا ہے۔ وہ ضرور اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

مدینہ میں جب مسلمان ہجرت کر کے گئے تو وہاں اوس ، خزرج اور یہودی آباد تھے ۔ اوس اور خزرج کے لوگوں کی، مدینہ کی یہودیوں سے بڑی پرانی دوستی چلی آرہی تھی ۔انفرادی طور پر بھی اور قبائلی حیثیت سے بھی بڑی دوستی تھی۔ ایک دوسرے کے ہمسائے تھے ۔ایک دوسرے کے حلیف تھے ۔ اوس اور خزرج کے قبیلے جب مسلمان ہوئے ۔تو ابھی تک ان کے یہودیوں کے ساتھ وہی پرانے تعلقات چلے آرہے تھے۔ جیسا کہ پہلے اپنے سابق یہودیوں کے ساتھ وہ وفاداری اور محبت کا برتاؤ کرتے تھے۔

یہودی ، اہل کتاب ، رسول اللہ سے اور آپ ﷺ کے مشن سے دشمنی کی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ کو قبول نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی کتاب کو اور آپ ﷺ کی تعلیمات کو قبول نہیں کیا - اب مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے, کہ یہ تمہارے اپنے نہیں ہیں - تم ان سے محبت کی پینگیں بڑھاتے ہو- لیکن وہ تم سے ذرا محبت نہیں کرتے۔ ان کو بتایا جا رہا ہے کہ جب بھی کوئی موقع آتا ہے تو یہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ اور کیسے نقصان پہنچائیں گے؟ جب تمہارے اندر گھل ملکر رہیں گے - تمہارے اندر کے راز ان کو پتا چل جائیں گے اور پھر جماعتی راز جب دشمنوں تک پہنچ جائیں۔ تو اس سے وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اوس اور خزرج کے لوگوں کو یہودی لڑاتے رہتے تھے -آپس میں جب مسلمان آپس میں لڑیں گے تو دین کمزور ہوگا -اور کفر مضبوط ہوگا۔ یہاں پر یہ بات بتائی جا رہی ہے کہ آپ ان کو گہرا دوست نہ بنائیں -کیونکہ وہ تمہاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے سے نہیں چوکتے ہیں -

وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچتا ہے تکلیف پہنچتی ہے وہ ان کو پسند ہے ۔یہ خوش ہوتے ہیں -کہ مسلمانوں کو کس چیز سے تکلیف پہنچی ہے **قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ** ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے - دل کے اندر جب نفرت کینہ اور کدورت ہوتا ہے ۔تو کیا ہوتا ہے ؟یہ منہ پر آتا ہے محبت ہوتی ہے۔ تو دل میں محبت ہے تو زبان پر بھی محبت آتی چلی جاتی ہے۔ تو یہاں پر اللہ رب العزت یہ بات بتا رہے ہیں -کہ ان کے دلوں کا حال کیا ہے ؟ اور یہ بات بتا رہے ہیں کہ یہ تمہارے دراصل دشمن ہیں- ان کے دلوں کے اندر اتنی دشمنی ہے- کہ کسی قیمت پر اسلام اور مسلمانوں کو قبول کرنے کے لیے ان کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہی نہیں ہے - یہ مسلمانوں کو کھلم کھلا نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ تمہیں جس چیز سے تکلیف پہنچے وہی ان کو اچھی لگتی ہے دوسری بات کہ ان کے دل کے اندر جو نفرت ہے وہ ان کے منہ سے نکلی پڑتی ہے۔ **وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ** جو ان کے دلوں میں چھپا ہے وہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے ۔**أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ** ہم نے تمہیں صاف صاف ہدایات دے دی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو - چونکہ یہ مضمون بہت اہم تھا کہ ان کے ساتھ گہری دوستی نہ کی جائے -اور اہل کتاب مسلمانوں کے بارے میں بڑے غلط قسم کے جذبات رکھتے تھے تو مسلمانوں کو بار بار متوجہ کیا جا رہا ہے -اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گو کہ ان کے منہ سے بھی پتا چلتا ہے -اور ان کی دشمنی چھپائے نہیں چھپتی۔ دلوں کے اندر اتنا بغض اور دشمنی ہے- تو تم ان سے بچو -کہیں ایسانہ ہو کہ یہ تم کو نقصان پہنچائیں -

اس سلسلے میں یہ بات بھی پتا چلتی ہے- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا - اس وقت آپ کو مشورہ دیا گیا کہ آپ ایک غیر مسلم کو کاتب رکھ لیں - تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پسند نہیں کیا- کہیں ایسا بھی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک غیر مسلم کو کاتب رکھ لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات پتا چلی تو آپ نے انہیں سختی سے ڈانٹا اور فرمایا کہ تم انہیں اپنے قریب نہ کرو- جبکہ اللہ نے انہیں دور کر دیا ہے ان کو عزت نہ بخشو- جبکہ اللہ نے انہیں ذلیل کیا ہے اور انہیں امین اور رازدار مت بناؤ جبکہ اللہ نے انہیں خائن قرار دیا ہے۔

اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے -حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا -کہ یہ صحیح نہیں ہے -جب اللہ نے تمہیں ان کو اپنا رازدار بنانے سے منع کیا۔ تو صحیح نہیں -کہ وہ تمہارے راز لکھیں۔

افسرکا کاتب جب لکھتا ہے- تو ساری باتیں اس کو پتا ہوتی ہیں- اس سے منع کر دیا گیا اور اب اگر آپ دیکھیں -تو ایک مسلم معاشرہ کا چیف جسٹس ، بھی غیر مسلم ہوتا ہے۔ مسلم ریاست جو کہ **لا الہ الا اللہ** کے نام پر لی گئی ہے۔ اسی کی بات نہیں ہے اور بھی بہت سی باتیں -یعنی اس مسلم ریاست کا جو اسلامی قانون ہوگا -وہ تو شریعت کے مطابق ہونا چاہیے- اور اس کے فیصلے قرآن و حدیث کے مطابق

ہوں گے - ایک ہندو کو کیا پتا کہ شریعت کیا ہے اور دین کیا ہے ؟ اور اس سے ایک بات اور پتا چلتی ہے- کہ ہم ویسے تو ان کے ساتھ بحثیت انسان کے اچھا معاملہ کریں گے ۔بدتمیزی یا بد اخلاقی نہیں کریں گے لیکن یہ ہمارے گہرے دوست نہیں ہو سکتے ۔اور اپنے بچوں کو بھی یہ بتانا چاہیے۔ سماجی دباؤ میں ہمارے بچے دوستیاں کرلیتے ہیں اور پھر جب ان کے ساتھ ملتے جلتے ہیں- تو ان کے ہاں عورت کے لحاظ سے پردے کا وہ تصور اور معیار نہیں ہے - حیاء کا وہ تصور نہیں ہے ۔پھر اسی طرح شراب ہے ، سود ہے ۔ یعنی بہت سی باتیں اسلام کے ساتھ جب نہیں ملتیں بچے جب ان کو کرتا دیکھتے ہیں تو ہمارے بچے بھی سماجی دباؤ کے تحت میں وہ کرنے لگتے ہیں ۔اور کہتے ہیں اس میں حرج کیا ہے ؟

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ ساری باتیں اس لیے بتا دیں کہ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ان سے تعلق برتنے میں احتیاط کروگے ۔

آیت 119

هَا أَنتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۚ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ

ترجمہ :تم ان سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم تمام کتب آسمانی کو مانتے ہو جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے بھی (تمہارے رسول اور تمہاری کتاب کو) مان لیا ہے، مگر جب جدا ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف ان کے غیظ و غضب کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنی انگلیاں چبانے لگتے ہیں ان سے کہہ دو کہ اپنے غصہ میں آپ جل مرو اللہ دلوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تم ان سے محبت کرتے ہو۔ مگر وہ تم سے محبت نہیں کرتے اگر ان کو محبت ہوتی تو کیا کرتے ہیں۔ کہ وہ کتاب پر ایمان لاتے ہیں ۔

لیکن وہ ایمان نہیں لائے اور مسلمان تمام کتبِ آسمانی پر ایمان لاتے ہیں۔ مسلمان تمام رسولوں کو مانتے ہیں۔ قرآن کے ساتھ تورات کو بھی مانتے اورانجیل کو بھی مانتے ہیں ۔ لیکن وہ نہیں مانتے۔**وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا** جب وہ تم سے ملتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ ہم نے تو تمہارے رسول اور تمہاری کتاب کو مان لیا ہے۔ ہم تو ایمان لائے ہیں اور جب اکیلے ہو جاتے ہیں۔ **وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ** تمہارے خلاف ان کے غصے کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنی انگلیاں چبانے لگتے ہیں۔ یہ ایک محاورہ ہے۔ انتہائی غصے کی کیفیت کو بتانے کے لیے ۔کہ جب انسان پر غصے کی شدت ہوتی ہے غیض اور غضب کی شدت ہوتی ہے۔ تو اس وقت انسان اپنی انگلیوں کو کاٹنے لگتا ہے پریشان ہوتا ہے کہ کیا کروں ۔ایسے زور زور سے مٹھیاں بھیچنا (مٹھی کو بند کرنا اور کھولنا)۔ اور کہنا کہ کیا کریں کہ کس طرح ان کو نقصان پہنچایا جائے ۔یعنی غصے سے دانت پیسنا انگلیاں چبانا یہ ساری ان کی کیفیات کا ذکر ہے یہ آیات بڑے زبردست طریقے سے ان کی کردار کشی کر رہی ہیں۔ کہ ان کے اندر کتنا شدید غصہ ہے اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔**قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ** ان سے کہہ دو کہ اپنے غصے میں آپ جل مرو **إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ** اللہ دلوں کے چھپے راز تک جانتا ہے ۔اللہ کو خوب پتا ہے کہ تمہارے دلوں کے اندر کیا ہے۔

آیت 120

إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا ۖ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ

ترجمہ : تمہارا بھلا ہوتا ہے تو ان کو برا معلوم ہوتا ہے، اور تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں مگر ان کی کوئی تدبیر تمہارے خلاف کارگر نہیں ہوسکتی بشرطیکہ تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اُس پر حاوی ہے۔

یہ لوگ کیسے ہیں؟ ایک طرف ان سے دوستی کرنے سے منع کر دیا -اور دوسری طرف یہ بھی بتایا کہ ان کی دشمنی کا یہ حال ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کی کامیابی سے نا خوش ہوتے ہیں اور ناکامی سے خوش ہوتے ہیں ۔ اہل کتاب کے مکرو فریب ان کے قید سے بچنے کا طریقہ اور علاج بتایا گیا -اور اسی طرح یہ منافقوں کی سازشوں سے بھی بچنے کا طریقہ ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے دو خاص خوبیوں کا ذکر کیا ہے- ایک ہے صبر اور دوسرا ہے تقوی ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کافروں کی سازش کیا ہے ؟کہ وہ مسلمانوں کے اندر پھوٹ ڈالنا چاہتے ہیں- ان کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں -اور پھر کافر بظاہر دنیا میں ان کے پاس دولت ہے- سائنس tecnology ہےترقی ہے۔ تو مسلمان بھی یہ سمجھتے ہیں -کہ ہم جو زوال پر جا رہے ہیں -ہماری کامیابی کا یہ راز ہے کہ ہم بھی ڈالر جمع کریں -سائنس ٹکنالوجی میں آگے بڑھیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اس میں آگے نہ بڑھیں- اس میں بھی ترقی کریں اور پیسے بھی کمائیں۔ لیکن اصل جو مال و دولت ہے کہ **وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا** یہ کل باتوں کا نچوڑ ہے۔ ہمارے زوال کا سبب یہ ہے کہ لوگ دین پر قائم نہیں رہے **آمَنْتُ بِاللَّهِ ثُمَّ اسْتَقِم** "کہو میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر پوری طرح اور ٹھیک ٹھیک اُس پر قائم رہو "۔کہ جس دین اسلام پر ایمان لائے تھے- پھر اس پر ڈٹ جاتے اس پر استقامت دکھاتے۔ اور دوسری بات کیا تھی؟ کہ تقوی کو اختیار کرتے -اور یہ ہی مسلمانوں کی کامیابی کی چابی ہے ۔ اللہ تعالی کی طرف سے یہ کامیابی کی چابی ہے کہ لوگ صبر بھی اختیار کریں ا-ور اس کے ساتھ متقی بن جائیں۔ اور آپ دیکھ لیں کہ صبر کیسے ہونا چاہئے پوری زندگی صبر کی زندگی ہو۔ پوری زندگی صبر کریں اور نہ صرف یہ کہ غیر مسلموں سے جو مصیبتیں اور تکلیفیں ان کو ملیں اس پر صبر کریں۔ بلکہ کیا ہے؟ کہ عام زندگی میں بھی مسلمانوں کے درمیان بھی مختلف رشتوں کے درمیان بھی جو تکلیفیں ملیں اس پر صبر کرنا چاہئے۔

حدیث: حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ سے پوچھا- یا رسول اللہ سب سے زیادہ سخت آزمائش کس شخص کی ہوتی ہے- آپ ﷺ نے فرمایا انبیاء علیہ السلام کی -پھر جو دین اسلام میں ان سے زیادہ قریب ہو- اور پھر جو اس سے قریب ہو- آدمی کے آزمائش اس کے دین سے ہوتی ہے-پس جو شخص اپنے دین میں پختہ ہوتا ہے- اس کی آزمائش سخت ہوتی ہے- اور جو دین میں کمزور ہوتا ہے-

اس کی آزمائش ہلکی ہوتی ہے ۔اور مضبوط دین والے کی آزمائش برابر ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ زمین میں اس حال میں چلتا ہے۔ کہ اس پر گناہ کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا ۔ اس کو مشکوۃنے روایت کیا ہے۔

حدیث : رسول اللہ ﷺ **نے** فرمایا **!**جو شخص صبر کرنے کی کوشش کرے گا۔ اللہ اس کو صبر بخشے گا اور صبر سے زیادہ بہتر اور بہت سی بھلائیوں کو سمیٹنے والی بخشیش اور کوئی نہیں ۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے ۔کہ قرآن میں مسئلہ خلق کے بارے میں جب ان کے درمیان اور وقت کے خلیفہ کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہو گیا۔ تو مسلمانوں کے خلیفہ نے ان کو کوڑوں کی سزا دی۔ وہ کیا فرماتے تھے کہ ایک فتنہ تھا کہ "قرآن بھی مخلوق ہے۔" ان کو جو سزا دی گئی ۔وہ کوڑوں کی سزا تھی۔

اس وقت امام احمد بن حمبل رحمۃ اللہ علیہ کا دور تھا۔ فرماتے ہیں۔کہ ان کو جو سزا دی گئی ۔کتابوں میں یہ ذکر ملتا ہے کہ اگر ہاتھی کو بھی اتنے کوڑے مار جاتے تو وہ چیخ اٹھتا ۔لیکن انہوں نے بڑے صبر کے ساتھ ان اذیتوں کو برداشت کیا۔ نیکی کا حکم دینا اور بدی سے منع کرنا۔ اس سے نہ ہٹے۔ اپنے موقف پر ڈٹ گئے کہ یہی سچ بات ہے۔

اور جب ایوب کا دور تھا ۔تو حضرت مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کو سزائے موت دی گئی ۔ وجہ یہ تھی۔کہ انہوں نے اس وقت پہلی دفعہ ایک آرٹیکل لکھا تھا ۔کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔ اور یہ کہ ہمارے قانون میں یہ بات ہونی چاہیے ۔کیونکہ وہ اللہ کے رسول کا انکار کرتے ہیں تو وہ غیر مسلم ہیں اس وقت تک باقاعدہ گورنمنٹ اس کو قبول نہیں کرتی تھی۔ عام لوگوں کو بھی اتنا شعور نہیں تھا۔ اس وقت ان کو کہا گیا کہ انہوں نے غلط بات کہی ہے اور بہت فتنہ اٹھایا ۔ان کو سزائے موت دی گئی۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ، نَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ